

## بایاہا الرسول اور بایاہا النبی

کے

### قرآنی خطابات اور ان کی معنویت

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس \*

قرآن کریم میں انبیائے کرام علیہم السلام کے قصے بیان ہوئے ہیں۔ ان کی حیثیت تاریخی سے زیادہ تربیتی ہے۔ ان واقعات میں انبیائے کرام علیہم السلام کے اسمائے مبارکہ کا تذکرہ بھی ہوا اور بعض مقامات پر انبیائے کرام کو اللہ رب العزت کی طرف سے خطاب بھی کیا گیا۔ ان الہی خطابات میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہاں بھی خطاب فرمایا تو وہ منفرد نوعیت کا ہے اور آپ کی عظمت و رفعت کا مظہر ہے۔ من جملہ دیگر نداءئہ کلمات کے، بایاہا الرسول اور بایاہا النبی بھی ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں نبی اور رسول میں فرق کے حوالہ سے علماء کے نقطہ ہائے نظر اور ان آیات کی مختصر سی وضاحت پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے جن میں آپ کو ان دونوں القابات سے خطاب فرمایا گیا۔

#### (۱) نبی اور رسول میں فرق:-

نبی "کالفظ نبیا" سے مشتق ہے اور اس کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا ہے۔<sup>۱</sup> لیکن نبیا "ہر خبر کو نہیں کہتے بلکہ وہ خبر ۱۔ جو نہایت فائدہ مند ۲۔ اہم اور عظیم ۳۔ اور اس کو سن کر غلبہ ظن حاصل ہو، ہی نبیا کہلائے گی۔<sup>۲</sup>

اگر اس لفظ کا مادہ اشتقاق النبوة یا النبوة ہو تو اس کا معنی بلند اور اونچی چیز ہے چونکہ نبی حسی اور معنوی طور پر دیگر مخلوقات سے ہر اعتبار سے اشرف و اعلیٰ ہوتے ہیں اس لئے انہیں نبی کہتے ہیں۔ صاحب لسان العرب کے بقول وان اخذ من النبوة والنبوة وہی الارتفاع عن الارض اوہی الشئ المرتفع ای انہ اشرف علی سائر الخلق۔<sup>۳</sup>

\* اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی۔ سی۔ یونیورسٹی لاہور۔

یوسف الصالحی نے بھی ایسا ہی جملہ لکھا۔

وهی الرفعة لان رتبته مرفوعة علی سائر الخلق. ۵

امام راغب اس لفظ کے لغوی پہلوؤں پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں: النبوة سفارة  
بین الله وبين ذوی العقول من عباده لازاحة علتهم فی امر معادهم ومعاشهم والنبي  
لكونه منبأ بما تسكن اليه العقول الذكية. ۶

نبوت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان پیغام رسانی کو کہتے ہیں جس سے ان کی  
دنوی اور اخروی بیماریاں دور ہوتی ہیں اور نبی ایسی باتوں کی خبر دیتا ہے جس سے عقل سلیم کو تسکین  
ہوتی ہے۔

صاحب لسان العرب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا معنی الطریق یعنی راستہ بھی ہے  
اور النبوة سے مراد الطریق الی الہدی یعنی نبوت کا راستہ ہی ہدایت کی طرف لے جانے والا  
ہے۔ ۷

شریعت اسلامیہ میں نبی کس کو کہتے ہیں؟ اس کی وضاحت دستور العلماء میں ان الفاظ سے  
کی گئی ہے۔

فی الشرع بعثه الله تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام. ۸  
یعنی شریعت میں نبی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف احکامات شرعیہ کی تبلیغ کے لئے  
مبعوث فرمائے۔

لغت میں رسول کے لفظ کا اطلاق صرف پیغام پر اور کبھی اس شخص پر بولا جاتا ہے جسے پیغام  
دے کر بھیجا گیا ہو۔ والرسول تارة یقال للقول المتحمل وتارة المتحمل. ۹  
شرعی اصطلاح میں علامہ یوسف الصالحی کے مطابق، وہ مرد جس کی طرف شریعت کی وحی  
کی جائے اور اسے تبلیغ کا حکم نہ دیا جائے وہ نبی ہے اور اگر تبلیغ کا حکم بھی ہو تو وہ رسول ہے۔

انسان ذکر اوحی الیه بشرع ولم یومر تبلیغه فان امر بذلك فهو رسول

ایضاً۔ ۱۰

نبی اور رسول میں اصطلاحی فرق کے حوالہ سے علماء کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کی رائے ہے کہ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ۱۱

امام رازی نے ان دونوں میں فرق نہ ہونے کے دلائل بھی نقل کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی اور رسول دونوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہ دونوں خطاب ان کے ایک ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اَن اللّٰهُ تَعَالٰی خَاطَبَ مُحَمَّدًا مَّرَّةً بِالنَّبِيِّ وَمَرَّةً بِالرَّسُولِ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّهُ لَا مَنَافَاةَ بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ. ۱۲

علماء کے دوسرے گروہ نے آیت کریمہ: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَلَا نَبِيٍّ. (آج: ۵۲) کی روشنی میں کہا ہے کہ دونوں اصطلاحات میں فرق ہے۔ ۱۳ اگر دونوں ایک ہی ہوتے تو یہ تکرار ہوتی اور یہ بلاغت کے خلاف ہے۔ ۱۴ لیکن دونوں میں فرق کی نوعیت کیا ہے؟ اس بارہ میں علماء کا اتفاق نہیں ہے۔ کسی نے لغوی معانی کو پیش نظر رکھ کر فرق کیا تو کسی نے ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھا اور بعض نے نزول وحی کے طرق میں فرق کو ملحوظ خاطر رکھ کر رائے دی۔ بعض نے انسان یا فرشتہ ہونے کے فرق کو بھی قابل ذکر گردانا۔ قہستانی کے پیش نظر: الرسول من بعث لتبليغ الاحكام ملكاً كان او انساناً بخلاف النبي فانه مختص بالانسان. ۱۵ فراء نے نزول وحی میں فرق کو پیش نظر رکھ کر کہا: الرسول الذي ارسل الى الخلق بارسال جبريل عليه السلام عياناً والنبي الذي تكون نبوته الهاما او مناماً، فكل رسول نبي وليس كل نبي رسولا. ۱۶ علامہ اسماعیل حقی نے ایک قول نقل کیا جس میں نئی شریعت کے ملنے یا نہ ملنے کو مدار مانا گیا ہے: والرسول انسان ارسله الله الى الخلق لتبليغ رسالته وتبيين ماقصرت عقولهم من مصالح الدارين وقد يشترط فيه الكتاب بخلاف النبي فانه اعم. ۱۷

اس مسئلہ پر سب سے عمدہ رائے علامہ ابن تیمیہ کی ہے بقول انور شاہ کشمیری، کتاب النبوات میں سب سے قابل قدر یہی مسئلہ ہے۔ ۱۸

ابن تیمیہ لکھتے ہیں: فالنبي هو الذي يبعثه الله، وهو نبي بما أنبأ الله به، فان

أرسل مع ذلك الى من خالف أمر الله ليبلغه رسالة من الله اليه فهو رسول ولم يرسل هو الى احد يبلغه عن الله رسالة، فهو نبي وليس برسول (سوره حج: ٥٣) وقوله من رسول ولا نبي فذكر ارسالاً يعم النوعين، وقد خص احدهما بانه رسول فان هذا هو الرسول المطلق الذي أمره بتبليغ رسالته الى من خالف الله كنوح، وقد ثبت في الصحيح أنه اول رسول بعث الى اهل الارض. ١٩

فالانبياء ينبتهم الله فيخبرهم بامرهم ونهيهم وخبرهم، وهم ينبتون المؤمنين بهم ما أنبأهم الله به من الخير والامر والنهي فان ارسلوا الى كفار يدعونهم الى توحيد الله وعبادته وحده لا شريك له ولا بدان يكذب الرسول قوم قال تعالى: (الذاريات: ٥٣، السجده: ٣٣) ٢٠

وليس من شرط الرسول ان ياتي بشرية جديدة، فان يوسف كان رسولا وكان على ملة ابراهيم وداؤد وسليمان كانا رسولين وكانا على شريعة التوراة. ٢١ ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو غیب کی خبریں دے کر نبی بناے تو وہ نبی اللہ بن جاتا ہے اور جب تک کسی کافر قوم کو خدائی پیغامات پہنچانے کا حکم نہ دیا جائے وہ صرف نبی اللہ ہی ہوتا ہے خواہ کسی پہلی شریعت پر عمل کرتا رہے البتہ جب کافر قوم کو خدائی احکام پہنچانے کا حکم دے دیا جائے تو وہ نبی اللہ ہونے کے ساتھ رسول اللہ بھی بن جاتا ہے۔ رسول کے لئے نئی شریعت لانا قطعاً ضروری نہیں حضرت یوسف علیہ السلام رسول اللہ تھے مگر ملت ابراہیمی پر تھے اسی طرح حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام رسول تھے اور شریعت تورات پر عامل تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا دور آیا تو کفر ظاہر ہوا اس لئے رونے زمین پر پہلے رسول آپ ہی ہیں۔ حضرت آدم اور آپ کے درمیان سب انبیاء تھے۔

علمائے شیعہ کے ہاں بھی اس سے ملتی جلتی تعبیر ملتی ہے۔ تفسیر نمونہ میں ہے: ہماری نظر میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ رسول ان انبیاء کو کہتے ہیں جو اپنے دین کی تبلیغ و ترویج اور لوگوں کو اس کی دعوت دینے پر مامور تھے، جیسا کہ ان کی سوانح حیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں

انتھک کوشش کرتے تھے۔ معمولی فروگذاشت بھی نہیں کرتے تھے اور ہر طرح کی سختی اور تکلیف خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے۔ البتہ نبی جیسا کہ خود اس لفظ ہی سے ظاہر ہے کہ اس شخصیت کو کہا جاتا ہے جو وحی الہی کی خبر دے اگرچہ وہ وسیع سطح پر تبلیغ پر مامور نہیں ہوتے۔ دراصل وہ ایک ڈاکٹر کی مانند ہوتا ہے جس کو تلاش کر کے اسے لوگ اپنی بیماری کا علاج کراتے ہیں مطالعہ سے پتہ چلتا ہی کہ مختلف پیغمبروں کے ماحول و حالات میں خاص فرق تھا اور ہر ایک کے فرائض و ذمہ داریاں جدا جدا تھیں۔ ۲۲۔ یہاں ضمناً نبوت و رسالت کے حوالہ سے دو مزید مباحث کا اجمالی ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۱) ایک یہ کہ عورت بھی منصب رسالت و نبوت پر فائز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جمہور کا کہنا ہے: لانبوة فی النساء بالاجماع. ۲۳۔

والجمہور انہ لم ینبأ امرأة. ۲۴۔

امام ابن کثیر لکھتے ہیں: جمہور کا قول ہے کہ نبوت صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ ۲۵۔

امام رازی کی بھی یہی رائے ہے۔ ۲۶۔

ابن حزم ۲۷ کی رائے ہے کہ چھ عورتیں نبی ہیں۔ حواء، سارہ، ہاجرہ، ام موسیٰ، آسیہ، مریم۔ ۲۸۔ ان کے نزدیک فرشتے سے مکالمہ اور بشارات وغیرہ کے لئے فرشتے کا آنا نبی ہونے کے لئے کافی ہے اور ان معنوں میں یہ عورتیں نبی ہیں مگر رسول نہیں۔ ”نبوة مع الرسالت“ صرف مردوں کے لئے ہی مخصوص ہے۔ ۲۹۔

مگر علامہ آلوسی کے نزدیک یہ تعریف اور رائے قطعاً صحیح نہیں ہے و ان من توہم ان

النبوة مجرد الوحی و مکالمة الملك فقد حاد عن الصواب. ۳۰۔

امام قرطبی درج بالا خواتین میں سے صرف حضرت مریم کی نبوت کے قائل

ہیں۔ والصحیح ان مریم نبیہ. ۳۱۔

(ب) علماء نے یامعشجور الجن والانس ألم یأتکم رسل منکم (الانعام: ۱۳۰) کے تحت یہ بھی بحث کی ہے کہ جنوں میں بھی رسول مبعوث ہوئے ہیں یا نہیں؟ بعض علمائے تفسیر کا کہنا ہے

رسول اور نبی صرف انسانوں میں ہوئے جنات میں کوئی شخص بلا واسطہ رسول نہیں ہوا۔ جنات میں انسانی رسولوں کے قاصد اور پیغامبر ہوتے تھے مجازی طور پر ان کو رسول کہا گیا ہے۔ ایک جماعت علماء کا یہ خیال ہے کہ خاتم الانبیاء سے پہلے ہر گروہ کے رسول اسی گروہ سے ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو انسانوں اور جنوں کا واحد رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ۳۲

رسالت اور نبوت سے متعلقہ ان مباحث کے بعد ان آیات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اور نبی کے لقب سے ندا کی گئی ہے۔

### (۱) یا ایہا الرسول کا خطاب :-

قرآن کریم میں صرف دو مقامات ہیں جن میں آپ کو یا ایہا الرسول کے لقب سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہ دونوں مقامات سورۃ المائدہ میں ہیں اور یہ مدنی سورت ہے۔

(۱) يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزَنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتَوْكَ بِحَرْفٍ مِنَ الْكَلِمِ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتُوهُ فَاحْذَرُوا. وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا. أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذْ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ. وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ. (المائدہ: ۴۱)

اے رسول! آپ کو نہ غمگین کریں وہ جو کفر کی راہ میں سبقت کر رہے ہیں۔ ان لوگوں میں سے جو زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں یہ جھوٹ کے رسیا اور دوسروں کی باتیں ماننے والے ہیں جو خود آپ کے پاس نہیں آتے۔ اللہ کی باتوں کو صحیح موقعوں سے بدل دیتے ہیں۔

اس آیت میں یا ایہا الرسول سے خطاب کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے: لفظ رسول سے خطاب یہاں اس حقیقت کو ظاہر کر رہا ہے کہ رسول کی اصل ذمہ داری صرف اللہ کے دین کی تبلیغ اور انداز و تبشیر کے فریضہ کی ادائیگی ہے۔ اس امر کی کوئی ذمہ داری

اس پر نہیں ہے کہ لوگ اس کی دعوت کے معاملے میں رویہ کیا اختیار کرتے ہیں۔ اگر رسول نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا ہے تو وہ عند اللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا، لوگ اگر کفر کی راہ میں سبقت کرتے ہیں تو اس کی پرش رسول سے نہیں ہوتی ہے بلکہ خود لوگوں سے ہوتی ہے، پھر جو بات دوسروں سے متعلق ہے اس کا غم رسول کیوں کرے؟ یہاں چونکہ مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین اور یہود کی مخالفت اور سازش نہ روش پر تسلی دینا اور اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ جن کا فتنہ میں پڑنا سنت الہی کے بموجب مقدر ہو چکا ہے وہ فتنہ میں پڑ کے رہیں گے اس وجہ سے یا ایہا الرسول کے خطاب سے آپ کو مخاطب کرنا موزوں ہوتا کہ خطاب ہی سے آپ کی ذمہ داری کی حد آپ پر واضح ہو جائے۔“ - ۳۳

(۲) يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ. وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ. وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ. (المائدہ: ۶۷)

اس آیت مبارکہ میں یا ایہا الرسول کے لقب سے خطاب کی معنویت کو علامہ شبیر احمد عثمانی نے نہایت جامعیت سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: بچھلی آیات میں اہل کتاب کی شرارت، کفر اور سیہ کاریوں کا ذکر کر کے تورات، انجیل، قرآن اور کل کتب سماویہ کی اقامت کی ترغیب دی گئی تھی۔ آئندہ قل یا اہل الکتاب لستم علی شیء سے اہل کتاب کے مجمع میں اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ اس ”اقامت“ کے بدون تمہاری مذہبی زندگی بالکل صفر اور لاشعینی محض ہے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک میں اسی دو ٹوک اعلان کے لئے حضور کو تیار کیا گیا ہے۔ یعنی آپ پر جو کچھ پروردگاری طرف سے اتارا جائے خصوصاً اس طرح کے فیصلہ کن اعلانات آپ بے خوف و خطر اور بلا تامل پہنچاتے رہیے۔ اگر بفرض محال کسی ایک چیز کی تبلیغ میں بھی آپ سے کوتاہی ہوئی تو بحیثیت رسول (خدائی پیغامبر) ہونے کے رسالت و پیغام رسانی کا جو منصب جلیل آپ کو تفویض ہوا ہے سمجھا جائے گا کہ آپ نے اس کا حق کچھ بھی ادا نہ کیا۔ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں فریضہ تبلیغ کی انجام دہی پر بیش از بیش ثابت قدم رکھنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مؤثر عنوان نہ ہو سکتا تھا۔ آپ نے بیس بائیس سال تک جس بے نظیر

اولوالعزمی جانفشانی، مسلسل جدوجہد اور صبر و استقلال سے فرض رسالت و تبلیغ کو ادا کیا وہ اس کی واضح دلیل تھی کہ آپ کو دنیا میں ہر چیز سے بڑھ کر اپنے فرض منصبی (رسالت و بلاغ) کی اہمیت کا احساس ہے۔ حضور کے اس احساس قوی اور تبلیغی جہاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفہ تبلیغ میں مزید استحکام و مثبتیت کی تاکید کے موقع پر مؤثر ترین عنوان یہ ہی ہو سکتا تھا کہ حضور کو یا ایہا الرسول سے خطاب کر کے صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ اگر بفرض مجال تبلیغ میں ادنیٰ سی کوتاہی ہوئی تو سمجھو کہ آپ اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے اور ظاہر ہے کہ آپ کی تمام تر کوششوں اور قربانیوں کا مقصد وحید ہی یہ تھا کہ آپ خدا کے سامنے فرض رسالت کی انجام دہی میں اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل فرمائیں لہذا یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں کہ کسی ایک پیغام کے پہنچانے میں بھی ذرا سی کوتاہی کریں عموماً یہ تجربہ ہوا ہے کہ فریضہ تبلیغ ادا کرنے میں انسان چند وجوہ سے مقصر رہتا ہے۔ یا تو اسے اپنے فرض کی اہمیت کا کافی احساس اور شغف نہ ہو یا لوگوں کی عام مخالفت سے نقصان شدید پہنچے یا کم از کم بعض فوائد کے فوت ہونے کا خوف ہو اور یا مخاطبین کے عام تمرد و طغیان کو دیکھتے ہوئے جیسا کہ پچھلی اور اگلی آیات میں اہل کتاب کی نسبت بتلایا گیا ہے، تبلیغ کے ثمر اور منج ہونے سے مایوسی ہو، پہلی وجہ کا جواب یا ایہا الرسول سے فما بلغت رسالتہ تک، دوسری کا واللہ یعصمک من الناس میں اور تیسری کا ان اللہ لایہدی القوم الکفرین میں دیدیا گیا۔ یعنی تم اپنا فرض ادا کئے جاؤ خدا تعالیٰ آپ کی جان اور عزت و آبرو کی حفاظت فرمانے والا ہے وہ تمام روئے زمین کے دشمنوں کو بھی آپ کے مقابلہ پر کامیابی کی راہ نہ دکھلائے گا، باقی ہدایت و ضلالت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ایسی قوم جس نے کفر و انکار ہی پر کمر باندھ لی ہے اگر راہ راست پر نہ آئی تو غم نہ کرو اور نہ مایوس ہو کر اپنے فرض کو چھوڑو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہدایت ربانی اور آئین آسمانی کے موافق امت کو ہر چھوٹی بڑی چیز کی تبلیغ کی۔ نوع انسانی کے عوام و خواص میں سے جو بات، جس طبقہ کے لائق اور جس کی استعداد کے مطابق تھی، آپ نے بلا کم و کاست اور بے خوف و خطر پہنچا کر خدا کی حجت بندوں پر تمام کر دی اور وفات سے دواڑھائی مہینے پہلے حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں چالیس ہزار سے زائد خادمان اسلام اور عاشقان تبلیغ کا اجتماع تھا آپ نے علی رؤس الاشہاد اعلان فرمادیا کہ اے خدا



تو گواہ رہ میں (تیری امانت) پہنچا چکا۔ ۳۳

(ب) یا ایہا النبی کا خطاب:

قرآن کریم میں ۱۳ مقامات پر یا ایہا النبی سے آپ کو خطاب کیا گیا ہے۔ ذیل میں وہ آیات نقل کی جاتی ہیں جنکا آغاز اس پر کیف خطاب سے ہوا اور اس خطاب کی معنویت سے متعلق مفسرین کی آراء کو بھی نقل کیا جائے گا۔

(۱) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ. (الانفال: ۶۴)

اے نبی مکرم آپ کے لئے اللہ تعالیٰ اور آپ کی پیروی کرنے والی مومنین کافی ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے کے لئے آپ کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یا ایہا النبی آپ تو نبوت کے مقام ارفع پر فائز ہیں اس لئے آپ کی نصرت اور اعانت کے لئے اللہ اور آپ کے غلام کافی ہیں کسی اور کے سہارے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ آپ کی دلجوئی اور تسلی و تسفی کے لئے اس خطاب و نواز سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اس ہمت افزائی کی ساتھ ہی اگلی آیت میں آپ کو وہ حکم دیا گیا جس کی لیے یہ آیت تمہید تھی۔

(۲) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ. (الانفال: ۶۵)

اے نبی مکرم مومنوں پر قتال پر براہیختہ کیجیے۔

چونکہ مخلوق تک احکامات الہیہ نبی کے واسطے ہی سے پہنچتے ہیں اس لئے یا ایہا النبی کا خطاب فرمایا اور ساتھ ہی مسلمانوں کو روحانی تقویت کے لئے قلت و کثرت کا اصول سمجھا دیا۔ یہ حکم درحقیقت مجاہدین میں ذمہ داریوں کا احساس اجاگر کرتا ہے۔ ایمانی بصیرت کی قوت و سطوت کا ایسا پیغام نبی ہی دے سکتے ہیں۔

(۳) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُحْدِثُ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ. (الانفال: ۷۰)

اے نبی مکرم آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں ان سے فرمائیے اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کوئی بھلائی پائے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر وہ تم کو عطا فرمائے گا اور تم کو بخش دے

گا اور اللہ بخشے والا اور مہربان ہے۔

یہ آیت درحقیقت بدر کے قیدیوں کے لئے اللہ کی طرف سے ایک پیغام ہے۔ پیغامات الہیہ مخلوقات تک بواسطہ نبی آتے ہیں اس لئے یسایہا النبی سے خطاب فرمایا۔ اس پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں: ان دونوں آیتوں (۷۰، ۷۱) پر غور کیجئے تو یہ بات واضح ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کو فد یہ لے کر جو چھوڑ دیا تو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ اس نے اس کو پسند فرمایا اور ان قیدیوں کو یہ پیغام بھیج دیا کہ یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے اس احسان کی قدر کی تو اس سے ان کے لئے قبول اسلام اور مغفرت کی راہیں کھلیں گی۔ غور کیجئے کہ کہاں یہ بات اور کہاں وہ جو محض بعض تفسیری روایات کی بنا پر مفسرین نے اختیار فرمائی کہ آنحضرت پر اس بات کے لئے عتاب ہوا کہ اچھی طرح خون بہائے بغیر تم نے قیدی کیوں پکڑے اور فد یہ کیوں قبول کیا۔ ۳۵

(۴) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفْرَانَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاعْلِظْ عَلَيْهِمْ. (التوبہ: ۷۳)

اے نبی کریم! کافروں کے ساتھ جہاد کیجئے اور ان پر سختی کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مزاج اقدس کی نرمی کی بنا پر منافقین کا سخت احتساب نہ فرماتے۔ یسایہا النبی کے خطاب سے آپ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اے رؤف ورحیم اب ان کی بارے میں اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کر لیں یہ لوگ کریم النفسی سے ماننے والے نہیں اب ان پر سختی کریں۔

(۵) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَطْعَمِ الْكُفْرَانَ وَالْمُنَافِقِينَ. (الاحزاب: ۱)

اے نبی مکرم! ڈرتے رہیے اللہ سے اور کفار و منافقین کا کہنا نہ مانیے۔

”اس سورہ مبارکہ (الاحزاب) کا آغاز یسایہا النبی کے پر جلال کلمات سے کیا گیا ہے براہ راست اس خصوصی خطاب کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں چند ایسی اصلاحات کا حکم دیا جا رہا ہے جو قدامت پرست اہل عرب کے رسم و رواج کے سراسر خلاف تھیں۔ معاشرہ میں جب کوئی فعل رواج پکڑتا ہے اور پشت ہاپشت سے لوگوں کا اس پر تعال ہوتا ہے تو اسے ایک تقدس اور احترام حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں کی عقیدت کا مرکز بن جاتا ہے اور وہ اس بارے میں اتنے جذباتی ہو جاتے ہیں

کہ اس میں کسی اصلاح اور ترمیم کو برداشت نہیں کرتے اور کسی بڑی سے بڑی ہستی کو بھی اس میں رد و بدل کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ قوموں کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے والوں کے لئے سب سے صبر آزما لمحے وہی ہوتے ہیں جب وہ اپنی قوم کے غلط اور مضرت رساں رسم و رواج کے خلاف علم جہاد بلند کرتے ہیں کیونکہ اس سورت میں عرب کے قدمت پسند معاشرہ اور ان کے غلط رواجوں کی اصلاح کرنا مقصود ہے اور قوم کے شدید رد عمل کا اندیشہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصی طور پر خطاب فرما کر چند ہدایات سے سرفراز کر رہے ہیں تاکہ حضور کے خلاف کذب و افتراء کے جو طوفان اٹھنے والے ہیں ان میں آپ ثابت قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کریں۔ ۳۶۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دینے کا مقصد یہ نہیں کہ آنجناب تقویٰ کے بارہ میں یا کفار و منافقین کی اطاعت ترک کرنے کے مسئلہ میں کسی قسم کی کوتاہی سے کام لیتے تھے بلکہ اس قسم کے احکام جہاں ایک طرف پیغمبر کے وظائف اور ذمہ داریوں کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں پر تمام مومنین کے لیے درس بھی ہے۔ علامہ آلوسی کی رائے میں تقویٰ اختیار کرنے کے حکم کا مقصود اس پر دوام و استقامت ہے یہ بھی کہا گیا کہ تقویٰ کا مفہوم بہت وسیع ہے اس کی کوئی انتہا نہیں اس لئے تقویٰ میں ہر لمحہ زیادتی و اضافہ ہو۔ الدوام والنبات علیہا وقیل الازدیاد منها فان لہا بابا واسعا وعرضا عریضا لایناہ مناہ۔ ۳۸۔

(۶) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزُودَ وَجَدَكَ إِن كُنْتَن تَرُدُّنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنْتَهَا فَمَتَعَالَيْنَ أُمْتَعُنَّ  
وَأَسْرَحُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا. (الاحزاب ۲۸)

اے نبی مکرم آپ اپنی بیویوں کو فرمادیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی آرائش و آسائش کی خواہاں ہو تو آؤ تمہیں مال و متاع دے دوں اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ تمہیں رخصت کر دوں۔

منافقین مرد جس طرح مسلم معاشرہ کے خلاف اپنی کاروائیوں میں مصروف ہوتے اسی طرح منافق عورتیں بھی یہ کام کرتیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھریلو زندگی کو تباہ کرنے کے

لئے منافقات کی چالوں کے حوالہ سے یہ آیات نازل ہوئیں۔ منافق عورتوں کی چالوں کا مقصد آپ کی گھریلو زندگی میں فتنہ کھڑا کرنا اور ازواج النبی کے اندر بے اطمینانی پیدا کرنا تھا۔ یہ حالات تھے جن میں یہ آیات اتری ہیں۔ ان میں جو باتیں فرمائی گئی ہیں ان کو سنانا تو مقصود ہے دراصل ان منافقین اور منافقات کو جن کی ریشہ دانیوں کے تار و پود ان میں بکھیرے گئے ہیں لیکن وہ پس پردہ تھے اس وجہ سے قرآن نے ان کو مخاطب کرنے کی بجائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ازواج النبی کو مخاطب کر کے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ ۳۹

(۷) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَذَاعِبًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَبِسِرِّهِ  
مُنِيرًا. (الاحزاب: ۴۵-۴۶)

اے نبی مکرم ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری سنانے والا، بروقت ڈرانے والا، اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے دعوت دینے والا اور روشن کر دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔

یہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے آپ کا منصب بتایا گیا ہے اور اس منصب کے ساتھ جو ذمہ داریاں وابستہ ہیں ان کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی واضح ہو جائے کہ آپ کو کیا کام کرنے ہیں اور کس طرح کرنے ہیں اور دوسروں پر بھی آپ کی شخصیت کی اصلی نوعیت اچھی طرح واضح ہو جائے کہ منافقین و منافقین دونوں اس روشنی میں اپنے اپنے رویے کا جائزہ لے سکیں۔ ۴۰

(۸) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ  
مِمَّا آفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ. (الاحزاب: ۵۰)

اے نبی مکرم ہم نے حلال کر دی ہیں آپ کے لئے آپ کی ازواج جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں اور آپ کی کنیزیں جو اللہ نے بطور غنیمت آپ کو عطا کی ہیں۔

اسلام نے مردوں کو شرط عدل کے ساتھ چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص حکمتوں کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار سے زیادہ ازواج کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ۴۱ چونکہ یہ چیز آپ کے امتیازات و خصائص میں سے تھی اس لئے باایہا النبی سے

خطاب کیا گیا کہ آپ کو نبی کی حیثیت سے اس کی اجازت دی گئی ہے اسی لئے ان شادیوں کے مقاصد عام شادیوں سے بلند تھے۔ ان سے مقصود یا تو اپنے غلاموں کی دلجوئی تھی یا دشمن قبائل کے ساتھ محبت اور مودت کے تعلقات قائم کرنے تھے۔ ۲۲

محمد علی السالیس نے سابقہ آیات سے ربط واضح کرتے ہوئے لکھا کہ ان میں مومنین سے متعلقہ احکام تھے اور ان میں ازواج النبی سے متعلق۔ وھنا فی نساء النبی اللاتی یحل لہ نکاحھن واحکام اخری تنبع النکاح. ۲۳

(۹) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيَهُنَّ ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ يُعْرِفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا. (الاحزاب: ۵۹)

اے نبی مکرم! آپ فرمائیے اپنی ازواج مطہرات کو اپنی صاحبزادیوں کو اور جملہ اہل ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) اپنی چادر کے پلو اپنے اوپر ڈال لیا کریں اسی طرح ہا سانی پہچان لی جائیں گی پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، اور ہر وقت رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں ازواج مطہرات یا بنات طاہرات اور تمام مومن عورتوں کے لئے ایک شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔ یہ حکم بھی ایسا ہے جو صرف آپ کے زمانہ اقدس سے مخصوص نہیں، ہمیشہ کے لئے مومنین پر فرض کیا گیا ہے اس لئے مناسب یہی تھا کہ یا ایہا النبی کے الفاظ سے آغاز ہو نبی ہی خالق اور مخلوق کے مابین سفارت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

(۱۰) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبِيَعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُسْرِ كُنَّ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يُسْرِفْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّ فِي مَعْرُوفٍ قَبِيحَةٍ وَأَسْتَغْفِرَنَّ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ.

(الممتحنہ: ۱۲)

اے نبی مکرم! جب مومن عورتیں آپ کے پاس آئیں اور ان شرائط پر بیعت کریں کہ وہ کسی کو خدا کا شریک قرار نہیں دیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا سے آلودہ نہ ہوں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے کوئی بہتان باندھیں گی اور معروف کے کاموں میں آپ کے

حکم کی مخالفت نہیں کریں گی۔ تو آپ ان سے بیعت لے لیں اور خدا سے ان کے لئے مغفرت طلب کریں بیشک خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

یہ آیات صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کی درمیانی مدت میں نازل ہوئیں۔ ۴۴۔ ان آیات میں عورتوں سے چھ امور پر بیعت لینے کا حکم دیا گیا ہے چونکہ یہ بیعت براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر تھی اور اس عرصہ میں آنے والی تمام خواتین کے لیے یہ عمومی حکم تھا اس لئے یا ایہا النبی کا خطاب ہی مناسب اور موزوں تھا۔ اس آیت مبارکہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے مسائل کو معاشرے کے اہم ترین امور میں شمار کیا ہے۔

(۱۱) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ مِنْ بَعْدِ نِيَّتِهِنَّ. (الطلاق: ۱)

اے نبی مکرم! (مسلمانوں سے فرماؤ) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو، تو ان کو طلاق دو، ان کی عدت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔

اگرچہ اس آیت مبارکہ میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے مگر حکم امت کے لئے ہے۔ کیونکہ آپ کو خطاب کرنے کے فوراً بعد ضمیر خطاب جمع کی آگئی ہے (طلّقتن) ۴۵

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: آیت میں طلاق کا ذکر تھا اور یہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خطاب کرنے کے بعد امت کو خطاب کیا اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم و تعظیم کا پہلو شامل ہے۔ انہ خطابہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالنداء صرف سبحانہ الخطاب عنہ لامتہ تکریمالہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما فی الطلاق من الکراهۃ فلم یخاطب بہ تعظیماً۔ ۴۶

(۱۲) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تَحْرِمُ مَا حَلََّ اللَّهُ لَكَ. (التحریم: ۱)

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں یا ایہا النبی سے خطاب پر روشنی ڈالتے ہوئے ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں: یا ایہا النبی نداء اقبال و تشریف یعنی اللہ تعالیٰ نے یا ایہا النبی سے خطاب فرما کر اپنے

حبیب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور شرفِ ندا سے سرفراز فرمایا ہے۔ لم تحرم سوال تطف یعنی ازراہ لطف و محبت دریافت کیا کہ اے حبیب آپ نے ایسا کیوں کیا اس کا قرینہ یہ ہے کہ پہلے بڑے احترام سے خطاب فرمایا پھر سوال کیا جس طرح عفا اللہ عنک لم اذنت لہم میں ہے۔ پھر فرماتے ہیں تحریم سے مراد تحریم شرعی نہیں یعنی جس طرح وحی الہی سے کسی چیز کو جو پہلے حلال تھی حرام کر دیا جاتا ہے اور اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ یہ حرام ہے، بلکہ یہاں تحریم سے مراد امتناع ہے یعنی کسی چیز کے استعمال سے رک جانا۔ جیسے کوئی شخص کسی حلال اور مباح چیز کے استعمال سے اپنے آپ کو باز رکھ لیتا ہے اور کبھی یہ امتناع کسی کی دلجوئی کے لئے ہوتا ہے۔ ۷۷

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: فیہ تعظیم شانہ صلی اللہ وسلم لان ترک الاولی بالنسبہ الی مقامہ السامی الکریم یعد کالذنب وان لم یکن فی نفسہ کذلک۔ ۷۸  
اس خطاب میں آپ کی رفعت شان ہے یعنی اگرچہ آپ نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا یا زیادہ سے زیادہ ترک اولی تھا لیکن آپ کے مقام عالی کے یہ بھی مناسب نہ تھا۔

یا ایہا النبی کے خطاب سے آپ کے منصب نبوت کا ذکر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ آپ کے اس فعل کا مقصد چونکہ امت کے لئے کوئی حکم نہ تھا اور منصب نبوت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا ہر قول و فعل امت کے لئے نمونہ بنے، اس لئے یہ ترک اولی بھی مقام نبوت کے شایان شان نہیں۔

(۱۳) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وِبئس المصير. (التحریم: ۹)

اے نبی مکرم! کفار اور منافقین سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کرو۔ آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

اس آیت میں یا ایہا النبی کے خطاب کی بلاغت کو مولانا امین احسن اصلاحی نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔ مومنین و متعلقین کے احتساب کے بعد یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عام فریضہ احتساب کی تاکید ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ مامور تھے۔ آیت میں جس جہاد کا حکم

ہے وہ تلوار اور زبان دونوں ہی کا جہاد ہے۔ البتہ دونوں کے محل الگ الگ ہیں..... یہ سخت انداز میں منافقین کے احتساب کی تاکید اس وجہ سے ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کریم لہفسی کے سبب سے ان کی غلطیوں پر جب گرفت فرماتے نرم ہی انداز میں فرماتے تاکہ ان کی رسوائی نہ ہو۔ اس کریمانہ انداز کی انہیں قدر کرنی تھی لیکن منافقین اس کے اہل نہ تھے۔ وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے دلیر ہوتے جا رہے تھے کہ ان کا فریب کامیاب ہو رہا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ انداز بدل دینے کا حکم دیا اور سختی کے ساتھ ان کے احتساب کی تاکید فرمائی۔ ۴۹

### خلاصہ بحث

(۱) ”یا ایہا“ کا خطاب ان موارد کے ساتھ مخصوص ہے جہاں مقصد سب لوگوں کی توجہ کو کسی مطلب کی طرف مبذول کرنا ہوگا چہ مخاطب ایک ہی شخص ہو بخلاف ”یا“ کے خطاب کے جس کا عام طور پر اطلاق ایسے موارد میں ہوتا ہے جہاں مراد مخاطب کی ذات ہوتی ہے۔

(۲) قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو مقامات پر یا ایہا الرسول اور تیرہ مقامات پر یا ایہا النبی کے لقب سے ندا کی گئی ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب نبی یا رسول میں سے کوئی ایک لفظ آتا ہے تو اس کی مراد میں دونوں (رسول اور نبی) شامل ہوتے ہیں مگر جب یہ اکٹھے آئیں تو ان میں اس اصطلاحی فرق کو ملحوظ رکھا جائے گا جس کی تفصیل مضمون کی ابتداء میں بیان کی گئی ہے۔ ۵۰

(۳) وہ تمام سورتیں جن میں ان الفاظ سے ندا کی گئی ہے مدنی ہیں۔

(۴) یا ایہا الرسول کے خطاب سے کسی سورت کا آغاز نہیں ہوا جبکہ سورۃ الاحزاب، سورۃ طلاق اور التحریم کا آغاز یا ایہا النبی سے ہوا ہے۔

(۵) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء کو ان کے ناموں سے خطاب کیا گیا اور آپ کو القابات سے ندا کی گئی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں آپ کی عظمت و رفعت کا علم ہوتا ہے۔ پس یہ خطابات کرامت و شرف کی دلیل ہیں اور امت کی لئے آپ کی بارگاہ کے آداب بجا لانے کا حکم و نصیحت۔ ۵۱



- (۶) یا ایہا النبی کے عنوان سے خطاب ان مواقع پر ہے جہاں حکم تمام امت کے لئے عام ہو اور جس جگہ کوئی حکم رسول کی ذات سے متعلق ہوتا ہے تو وہاں یا ایہا الرسول سے خطاب کیا جاتا ہے۔ ۵۲
- (۷) بعض اوقات روئے سخن تو نبی کی طرف ہوتا ہے مگر نتیجہ اور مراد امت ہوتی ہے۔ ۵۳
- (۸) یہ خطاب آپ کو تسلی و تشفی دینے کے ساتھ ساتھ ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے کے لئے بھی ہے۔ ۵۴



## حوالہ جات و حواشی

- (۱) نبی کا لفظ ۵۴ دفعہ، اس کی جمع نبیوں ۱۶ دفعہ، اور جمع مکسر انبیاء ۵ دفعہ اور اس کا مصدر نبوت ۵ دفعہ قرآن میں آیا ہے۔ مستشرقین کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ نبی کا لفظ عبری 'Nabi' اور آرامی (نبیاء 'Nabi' یا نبیو 'Nabii') سے بنا ہے۔ {رامیار، ڈاکٹر محمود، تاریخ قرآن مؤسسۃ انتشارات امیر کبیر تہران ۱۳۶۲، ص: ۱۷۴-۱۷۵}
- (۲) ابن منظور افریقی، محمد بن کرم، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۱۹۶۸، جلد اول، ص: ۱۶۳
- (۳) المفردات بذیل مادہ
- (۴) لسان العرب: جلد اول، ص: ۱۶۳
- (۵) الصالحی، یوسف، سبیل الہدیٰ والرشاد، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳، جلد ۲، ص: ۲۷۸
- (۶) المفردات بذیل مادہ
- (۷) لسان العرب جلد اول، ص: ۱۶۳
- (۸) الاحمد نگری، عبدالنبی بن عبدالرسول، دستور العلماء عربی ترجمہ حسن ہانی، دارالکتب العلمیۃ بیروت جلد ۳، ص: ۲۷۲

- (۹) الفیروز آبادی، محمد بن یعقوب (۸۱۷ھ)، بصائر ذوی التمییز فی لطائف  
الکتاب العزیز، المکتبۃ العلمیۃ بیروت جلد ۳، ص: ۶۹-۷۰
- (۱۰) سبل الہدی والرشاد، جلد ۲، ص: ۲۷۸
- (۱۱) الماوردی، محمد بن حبیب (۳۵۰ھ) النکت والعیون تحقیق السید بن  
عبدالمقصود، دارالکتب العلمیۃ بیروت، جلد ۲، ص: ۳۴
- (۱۲) رازی، محمد بن عمر (۶۰۶ھ)، مفاتیح الغیب، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۹ء  
جلد: ۸، ص: ۲۳۶
- (۱۳) علامہ آلوسی لکھتے ہیں: بدل علی المغایرة بینہما وهو الشائع، جلد ۹، ص: ۱۶۳ علامہ  
اسماعیل حقی لکھتے ہیں: هذا دلیل بین علی تغایر الرسول والنبی، روح البیان  
جلد ۶، ص: ۶۳
- (۱۴) سبل الہدی جلد ۲، ص: ۲۷۹
- (۱۵) اسماعیل حقی (۱۱۳۷ھ) روح البیان، تحقیق احمد عبید، داراحیاء التراث العربی، ۲۰۰۱ء،  
جلد ۶، ص: ۶۳
- (۱۶) القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، (۶۷۱ھ)، الجامع لاحکام القرآن، دارالفکر  
بیروت، ۱۹۹۵ء، جلد ۴، ص: ۱۲۹
- (۱۷) روح البیان، جلد ۶، ص: ۶۳ (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے روح المعانی  
جلد ۹، ص: ۱۶۵/ تاریخ القرآن، ص: ۱۷۳-۱۷۹/ النکت والعیون، جلد ۴، ص: ۳۵)
- (۱۸) بدر عالم میرٹھی ترجمان السنۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص: ۳۳۵
- (۱۹) احمد بن تیمیہ (۷۲۸ھ) النبوات، تحقیق محمد عبدالرحمن عوض، دارالکتب العربی، بیروت  
۱۹۸۵ء، ص: ۲۸۲
- (۲۰) ایضاً ص: ۲۸۱-۲۸۲
- (۲۱) ایضاً ص: ۲۸۲

- (۲۲) شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، مترجم صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ  
لاہور، ۱۴۱۷ھ، جلد: ۷، ص: ۶۸۹
- (۲۳) روح البیان جلد ۲، ص: ۴۰
- (۲۴) البحر المحيط جلد ۲، ص: ۴۷۷
- (۲۵) ابن کثیر، قصص الانبیاء، مترجم ظفر اقبال کلیار، مکتبہ زاویہ لاہور ۲۰۰۳ء، ص: ۹۵۸
- (۲۶) مفاتیح الغیب جلد ۳، ص: ۲۱۷
- (۲۷) دلائل کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔ الملل والنحل جلد ۳، ص: ۳۰۸-۳۱۳، مترجم عبداللہ  
عمادی میر محمد کتب خانہ کراچی
- (۲۸) فتح الباری جلد ۶، ص: ۴۷۱
- (۲۹) قصص القرآن ص: ۳۱
- (۳۰) روح المعانی جلد ۲، ص: ۱۳۹
- (۳۱) الجامع لاحکام القرآن جلد ۴، ص: ۸۳/جلد ۱۱، ص: ۹۰
- (۳۲) سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بکٹال لاہور ۲۰۰۵ء، جلد: ۳، ص: ۶۵۳-۶۵۵  
معارف القرآن جلد: ۳، ص: ۴۵۵
- (۳۳) اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، دارالاشاعت الاسلامیہ لاہور، ۱۹۷۱ء، جلد ۲، ص: ۲۹۳
- (۳۴) شبیر احمد عثمانی، زیر آیت المائدہ: ۶۷
- (۳۵) تدبر قرآن جلد ۳، ص: ۱۰۵
- (۳۶) ضیاء القرآن جلد: ۴، ص: ۹
- (۳۷) تفسیر نمونہ، جلد: ۵۴۴
- (۳۸) روح المعانی، جلد: ۱۱، ص: ۱۴۲
- (۳۹) تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائے، تدبر قرآن جلد ۵، ص: ۲۱۴
- (۴۰) تدبر قرآن جلد ۵، ص: ۲۳۹

- (۴۱) ضیاء القرآن جلد: ۴، ص: ۸۴
- (۴۲) ضیاء القرآن، جلد: ۴، ص: ۸۴
- (۴۳) السالیں، محمد علی، تفسیر آیات الاحکام، احیاء التراث العربی، ۲۰۰۱ء، جلد: ۲، ص: ۳۰۲
- (۴۴) مفسرین نے عموماً ان کا نزول فتح مکہ کا موقع بتایا ہے مگر واحدی نے یہی لکھا ہے اور یہ زیادہ موزوں بھی ہے۔ الواحدی، علی بن احمد، اسباب النزول، تحقیق امین صلح شعبان، دار الحدیث القاہرہ، ۱۹۹۵ء، ص: ۳۶۰
- (۴۵) The plural "you" indicates that the whole community is thus addressed. (Muhammad Asad, The Message of the Qur'an, Gibraltar, 1980, P:872)
- (۴۶) روح المعانی، جلد: ۱۴، ص: ۳۲۵
- (۴۷) علامہ ابو حیان کی یہ رائے تفسیر ضیاء القرآن جلد: پنجم، ص: ۲۹۴ سے نقل کی گئی ہے۔ تفسیر البحر المحیط جلد: ۸، ص: ۲۸۴ پر یہ عبارت موجود ہے۔
- (۴۸) روح المعانی، جلد: ۴، ص: ۳۷۳
- (۴۹) تدر قرآن، جلد: ۷، ص: ۴۷۳
- (۵۰) قرآن میں ایمان اور اسلام فقیر اور مسکین بھی اس فرق کی مثالیں ہیں۔
- (۵۱) علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: ناداہ تعالیٰ بالنبی لا باسمہ ای لم یقل یا محمد کما قال یا آدم ویا نوح، ویا موسیٰ ویا عیسیٰ ویا زکریا ویا یحییٰ تشریفاً فہو من الالقب المشرفۃ الدالۃ علی علو جناہ علیہ السلام، ولہ اسماء والقلب غیر ہذا و الاسماء والالقب تدل علی شرف المسمیٰ واما تصریحہ باسمہ فی قولہ محمد رسول اللہ. (الفتح: ۲۹) فلتعلیم الناس انہ رسول اللہ ولیعتقدوہ کذلک ویجعلوہ من عقائدہم الحقۃ. (روح البیان، جلد: ۷، ص: ۱۵۷)
- علامہ مراغی نے لکھا ہے: خاطب اللہ محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ایہا النبی فی مواضع کثیرۃ و ما خاطبہ بی ایہا الرسول الا فی ہذا الموضع وموضع

اخر بعدہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ (المائدہ: ۶۷) و هذا الخطاب  
 لتتشریف والتعظیم وتادیب المؤمنین وتعلیمهم أن يخاطبوه بوصفه كما كان  
 يفعل بعض اصحابه بقولهم (یا رسول اللہ) وجہل هذا بعض الاعراب لخشونتهم  
 وسذاجة فطرتهم فكانوا ينادونه (یا محمد) حتى انزل اللہ لاتجعلوا دعاء الرسول  
 بینکم كدعاء بعضکم بعضا۔ (النور: ۶۳) فكفوعن ندائه  
 باسمه۔ (المرآة، احمد مصطفیٰ، تفسیر المراغی، تحقیق باسل عیون السود، دارالکتب العلمیة  
 بیروت ۱۹۹۸، جلد: ۲، ص: ۴۳۷)

(۵۲) الجامع لاحکام القرآن، جلد: ۱۸، ص: ۱۳۸

(۵۳) سورة الطلاق آیت: ۱ کے تحت امام قرطبی لکھتے ہیں انه خطاب للنبی صلی اللہ علیہ

وسلم والمراد امته۔ الجامع لاحکام القرآن، جلد: ۱۸، ص: ۱۳۸

(سورہ توبہ آیت: ۸۳ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بھی امام قرطبی نے لکھا ہے: الخطاب للنبی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتدخل فیہ امته من بعده۔ الجامع لاحکام القرآن

جلد: ۳، ص: ۱۲۹)

(۵۴) سورة الاحزاب کی آیت: ۴۵ کے تحت مولانا مودودی نے لکھا ہے مسلمانوں کو نصیحت

کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کر کے چند کلمات تسکین ارشاد فرماتا ہے مقصود کلام یہ

ہے کہ آپ کو ہم نے یہ کچھ مراتب عالیہ بخشے ہیں آپ کی شخصیت اس سے بہت بلند ہے کہ یہ مخالفین

اپنے بہتان و افتراء کے طوفان اٹھا کر آپ کا کچھ بگاڑ سکیں لہذا آپ نہ ان کی شرارتوں سے رنجیدہ ہوں

اور نہ ان کے پروپیگنڈے کو پرکھ کے برابر بھی کوئی وقعت دیں۔ اپنے فرائض منصبی ادا کئے جائیں

اور انہیں جو کچھ ان کا جی چاہے بکنے دیجئے۔ (تفہیم القرآن، جلد: ۴، ص: ۱۰۵)

ذمہ داریوں کے حوالہ سے تفصیلات ضیاء القرآن سورة الاحزاب کی پہلی آیت کی تفسیر میں

ملاحظہ فرمائیں اور آپ نے جو معاشرتی اصطلاحات کیں ان کو تفہیم القرآن جلد: ۴، ص: ۶۳

پر دیکھیں۔